میر الٰہی ہمدانی

ڈاکٹر الفت جان

اکثر تذکرہ نویسوں نے میر الٰہیؔ کا پورا نام عماد الدین اور تخلص الٰہی لکھا ہے۔[1] البتہ ذکر الصالحین کے مصنف کے مطابق، جو اپنا نسب میر الٰہیؔ تک پہنچاتا ہے۔ میر الٰہیؔ کا نام نصیر الدین، کنیت ابو سلیمان اور لقب عماد الدین تھا۔ الٰہیؔ کا تعلق ایران کے شہر اسد آباد (ہمدان) کے سادات سے تھا اور ان کا سلسلہ نسب اٹھارہ واسطوں سے حضرت امام محمد تقیؑ سے جا ملتا ہے۔ انکے والد کا نام عبید اللہ عبدالرزاق قادری تھا۔[2] عبید اللہ اپنے زمانے کے بلند پایۂ علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہوں نے نامساعد حالات کی وجہ سے اکبر کے زمانے میں ہمدان سے ہندوستان ہجرت کر لی اور اکبر بادشاہ نے انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور جاگیریں عطا کیں

Scanned with CamScanner

اور یہاں رہ کر لوگوں کی روحانی و علمی تعلیم و تربیت میں
مصروف رہے اور "صحایف المعارفہ" نام کی تصنیف تحریر کی، جو
تصوف و عرفان کے بیان کے علاوہ ان کے آباء و اجداد سے تعلق
رکھتی ہے۔ ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء میں عبید اللہ نے رحلت کی اور
اکبر آباد (ہندوستان) میں سپرد خاک ہوئے۔[۳]

میر الٰہی ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء میں ایران میں پیدا ہوئے[۴]
جیسا کہ ظاہر ہے کہ ان کا تعلق علمی و دینی خاندان سے تھا اور ان
کے خاندان میں دین داری اور خدا پرستی بدرجہ اتم پائی جاتی
تھی لہٰذہ ان کی تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق ہوئی چنانچہ
انہوں نے اپنے والد سے ہی سلسلہ قادریہ میں طریقۂ قادریہ میں تربیت
حاصل کرلی۔[۵] ان کی طبیعت میں استغنا پایا جاتا تھا۔ میر الٰہی نے اپنی
فطری علمی بصیرت اور شاعری میں اپنی مہارت کی وجہ سے
چہار دانگ عالم میں شہرت پائی۔ کچھ عرصہ تک وہ ایران کے بادشاہ
شاہ عباس اول کے دربار سے بھی وابستہ رہے اور یہاں
آقا رضی، حکیم شفائی وغیرہ شعراء کے ساتھ متعارف ہوئے۔[۶]

اکثر تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ میر الٰہی بعد میں جہانگیر
کے عہد حکومت میں ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان
آئے تھے اور صاحب مجمع النفائس نے یہاں ان کی آمد
کی تاریخ ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ء لکھی ہے۔[۷] میر الٰہی سے کابل

سے ہوتے ہوئے ہندوستان اور کابل میں انہوں نے حکیم حاذقؔ سے بھی ملاقات کی تھی چونکہ الٰہیؔ کی طبیعت میں وارستگی پائی جاتی تھی اس لئے حکیم حاذقؔ کے ساتھ ان کی دیر پا دوستی نہیں ہو سکی چنانچہ میر الٰہی نے اپنی شوخئ طبیعت کی بناء پر حکیم حاذقؔ کے ہجو میں رباعی بھی لکھی ہے ؎

دایم ز آدرب سنگ سبو نتوان شد ور دیدۂ اختلاط مو نتوان شد
صحبت بحکیم حاذق از حکمت نیست با لشکر خبط رو برو نتوان شد

جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا گیا کہ میر الٰہی عربی اور فارسی کے زبردست عالم تھے۔ انہوں نے ایران میں ہی بحثیت ایک عالم اور شاعر کے شہرت حاصل کر لی تھی۔ ہندوستان پہنچ کر ان کی علمی بصیرت کا شہرہ دربار جہانگیر تک پہنچا اور جہانگیر کے دربار سے ان کو بہت سی نوازشیں عطا ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ جہانگیر کے دربار سے منسلک ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ کشمیر بھی آئے اور یہاں آپکے آنے کی تاریخ ۱۰۳۶ھ / ۱۶۶۶ء بتائی جاتی ہے۔[8]
ظفر خان احسنؔ کو کشمیر کا گورنر مقرر کرنے کے موقعہ پر شاہجہان نے میر الٰہیؔ کو ظفر خان کا ضامن بن جانے کو کہا تاکہ وہ کشمیر کے لوگوں کو راضی رکھے۔[9] میر الٰہی نے فی البدیہہ یہ مصرع کہا ؎

"خدا ضامن رسولؐ و چار یارش"

بادشاہ اس مصرعہ سے نہایت محظوظ ہوا۔ ظفر خان احسن نے عرض کیا کہ میر الٰہی کو میرا رفیق بن کر میرے ساتھ کشمیر جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے احسن کی یہ تجویز پسند کی اور میر الٰہی احسن کے ہمراہ ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء میں کشمیر آئے۔[۵۰] کشمیر میں مقیم مشہور صوفی شاعر ملا شاہ بدخشی نے یہ شعر کہا تھا۔ جو بعد میں آب زر سے لکھا گیا ؎

بادشاہی را گزر از دوست آگاہی گزین
چون باگاہی رسیدی ہر چہ میخواہی گزین

جب یہ شعر میر الٰہی کے پاس پہنچا تو انہوں نے فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

من نمی گویم گدائی یا شہنشاہی گزین
خویش را بگزین و دیگر ہر چہ می خواہی گزین

لیکن یہ شعر ملا شاہ بدخشی کو پسند نہیں آیا[۵۱]

میر الٰہی کشمیر میں ظفر خان احسن جیسے ادب دوست، ادب نواز عالم و فاضل اور شاعر کے دربار سے وابستہ رہے اور یہاں کے قدرتی حسن اور علمی و ادبی ماحول نے انہیں اس قدر متاثر کر لیا کہ انہوں نے زندگی کے آخری لمحہ تک کشمیر کو چھوڑنا گوارا نہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے کشمیر میں ہی ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۳ء میں وفات پائی۔[۵۲] انکے ایک معاصر شاعر غنی کشمیری نے ان کی

تاریخ وفات لکھی ہے ؂

نیست دور از اثر صحبت او | کہ لب گور در آید بہ سخن
بر سر خاک دی ارباب زمانے | جامہ پوشید سیہ چون سوسن
گفت تاریخ وفاتش طاہر | برد الٰہیؒ زجہاں گوی سخن [13]

۱۰۶۴

میر الٰہیؒ کو سرینگر میں حضرت بہاؤالدینؒ گنج بخش کے مقبرہ کے مغرب میں دفن کیا گیا۔ مورخ کشمیر خواجہ اعظم کے بیان کے مطابق ان کی قبر پر ایک کتبہ نصب کیا گیا تھا۔ جس پر یہ اشعار کندہ تھے ؂

میر الٰہی ملکِ ملکِ نظم | بود در اقلیم سخن بی قرین
سال وفاتش طلبیدم ز عقل | گفت بگو "بود سخن آفرین" [14]

میر الٰہیؒ نے کشمیر میں ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء میں ایک خوبصورت باغ بنوایا تھا جو الٰہی باغ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ یہ باغ سرینگر کے شمال میں بٹہ پورہ کے قریب واقع ہے۔ ظفر خان احسن نے اس باغ کی تعریف میں متعدد اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے نمونے کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؂

یکی از باغہا باغ الٰہی است | کہ رضوان را رشکش چہرہ کاہی است
در آن گلشن یکی کہنہ چنار است | ز نخل طور گوی یادگار است

میر الٰہی نے اپنے علمی تجربہ اور ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر شعر و شاعری میں اپنا خاص مقام بنا لیا تھا اس کا اعتراف انکے بعض معاصر شاعروں کو بھی رہا ہے۔ چنانچہ ملا طغرای مشہدی جیسے بلند پایہ شاعر اور نثر نگار نے جن کی طبیعت میں شوریدگی پائی جاتی تھی اور کسی بھی شاعر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ ہجو گوئی میں مشہور تھے۔ میر الٰہی کے درویش صفت مزاج اور ان کی علمی بصیرت کا اعتراف یوں کیا ہے

"مصداق سخن پناہی، حضرت میر الٰہی قصائدش آئینہ زار شاہدان معانی و غزلیاتش جوئبار طغیان روانی، خامہ اش بر نسب نامۂ قلم نرگس خط کشیدہ ولیقہ دو آتش از ہمرنگی دخان بر خود پیچیدہ، مداد رقمش از سیاہی زلف است و سرخی سخنش از سرخی رخسار گل رباعی ے

ہنگامہ طراز بلبلان سخن است ــــ دیباچہ نویس بوستان سخن است

باریکی حرفش رگ جان سخن است ــــ آیاتی گفتہ اش روان سخن است

میر الٰہی کو نظم و نثر دونوں پر ید طولیٰ حاصل تھا، فارسی نثر میں ان کا تحریر کیا ہوا ایک تذکرہ دستیاب ہے لیکن فارسی شعر و شاعری میں جو شہرت اور کمال ان کو حاصل تھا ان کے پیش نظر یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں کہ میر الٰہی نظم کے شہسوار تھے۔ ان کے اشعار کا مجموعہ "دیوان الٰہی" کے نام سے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہے۔

محکمہ تحقیق و اشاعت شعبۂ مخطوطات اقبال لائبریری کشمیر یونیورسٹی میں الٰہی کی دو مثنویاں زیر نمبر ۵۲۲ محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ

مثنویاں کشمیر میں ہی لکھی ہیں۔ اپنی پہلی مثنوی کا آغاز شاہجہاں کی مدح و ستائش کے ساتھ یوں کیا ہے ؎

جہاں زو مہد آسایش ازان است   کہ عہد دولت شاہ جہاں است
شہنشاہ جہاں ظلِ الٰہی   بساط آرای شان پادشاہی

اس کے بعد میر الٰہی نے اپنی اس مثنوی میں کشمیر کے شاہی باغات مثلاً باغ فیض بخش، باغ فرح بخش اور قمر عالی کے علاوہ مختلف میوؤں، آبشاروں، ندی نالوں، سبزہ زاروں اور فطری مناظر کی بھی عکاسی کی ہے۔ چنار کے درخت، اس کی ہیت، جسامت اور اس کے سائے کی خوبصورتی کی تصویر یوں کھینچی ہے ؎

چو مہہ خرمن زند چرخ گردان
شود دست چنارش خرمن افشان
زرہ خرگہ بگردون ہر چناری
بہر اقلیم رانده شاخساری

گریز کے طور پر شاہجہاں کی مدح اور اس کے حق میں دعائیہ اشعار یوں لکھے ہیں ؎

لباس عمرت از تو نامزد باد
گریبانش ازل دامن ابد باد

اس دوسری مثنوی کا آغاز میر الٰہی نے بہاریہ اشعار سے کیا ہے جس میں موسم بہار کی رنگینی و رعنائی، اس موسم کی معتدل آب و ہوا،

رنگ برنگے گلوں اور دہکتے پھولوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ بہار یہ اشعار اس کے بعد فطری حسن سے مالامال وادیٔ کشمیر کی دلکشی اور دلفریبی کی تعریفیں کی گئی ہیں۔ اس مثنوی کے آخر میں شاعر نے شاہجہان کی مدح سرائی یوں کی ہے ؎

دوم صاحبقران از تخت سرمد
ابوالغازی شہاب الدین محمد
سر شہ تاج کیانی را پناہ است
ز پایش تخت ہم صاحب کلاہ است
کف جودش کہ رخشاں سلسبیل است
بہ محتاجان چو آتش خلیل است

اسلامی ماحول میں تربیت پانے والے اس شاعر کے ذہن پر خدا ترسی اور اسلام پسندی کے گہرے نقوش عیاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کلام تصوف و عرفان کے علاوہ روحانیت اور اسلامی اسرار و رموز سے مملو ہے۔ عشق الٰہی سے سرشار ان کی ایک غزل بطور نمونہ پیش خدمت ہے ؎

آمیخت رشک با جگرم سوز داغ را
یارب کہ ساخت محرم بزمت چراغ را
دوری مکن کہ از پی تصویر دوستی
دریوزہ کردہ یاز دم از سینہ داغ را

بوی ترا از غنچۂ دل سے شنید
بیہودہ گرد باغ چہ سازم دماغ را
می ریزد در گلویم الٰہی سے کہ زور اشک
ترسم کی بشکند بکف من سے ایاغ را

میر الٰہی کے کلام میں بلند افکار و تخیل، مضمون آفرینی اور خیال بافی جیسی خوبیاں ملتی ہیں۔ ان کی شاعری بدیع تشبیہات، انوکھے استعارات اور تلمیحات سے مالامال ہے۔ خیالات میں ندرت وجدت پیدا کرنے میں وہ اپنے ہمعصر شعراء کے ہم پلہ ہیں اور جو چیز الٰہی کو اپنے ہمعصر شعراء سے جدا کرتی ہے وہ زبان و بیان پر ان کی قدرت ہے۔ وہ اپنے خیالات کو لطیف معانی پہنا کر مؤثر بناتے ہیں۔ درج ذیل شعر میں شاعر نے اپنی سیاہ بختی کو کوئے کی لمبی عمر کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کو یوں خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے ؂

ہیچ آفتی بہ بخت سیاہم نمی رسد
عمر دراز بین کہ نصیب است زاغ را

عشق و عاشقی سے متعلق الٰہی کے اظہار کیے ہوئے احساسات وجذبات میں ایک خاص قسم کا درد و سوز جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ رنگ تغزل میں ڈوبی ہوئی غزلوں میں بے قرار عاشق کی داخلی اور جذباتی کیفیات کو اس انداز سے ادا کرتے ہیں کہ لگتا ہے وہ عشق کے ان مرحلوں سے گذرے ہیں۔ ان کی غزلوں میں فنی اور تکنیکی نوعیت کی تمام تر خوبیاں

Scanned with CamScanner

جیسے معنی آفرینی، خیال بندی، بندش کی چستی، نزاکت وغیرہ بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ درج ذیل غزل میں الہٰی نے ایک عاشق کی لاچاری اور بے قراری کا نقشہ کھینچا ہے۔ غزل ملاحظہ ہو ؎

اسیر دام ترا تاب آرمیدن نیست
کہ رسم مرغ گرفتار جز طپیدن نیست

چنان ز عشق تو خوارم کہ نسیم شوم
بہ گلشن تو مرا رخصت وزیدن نیست

بہ اضطراب دل خود چنان گرفتارم
کہ فرصتم بہ تمنای آمیدن نیست

بخون روح قدس تیغ اگر بہ بالائی
شگفتہ شود سزاوار لب گزیدن نیست

چہ حالت است الہٰی کہ خار ہجران را
بہ پای اہل ہوس عادت خلیدن نیست

میر الہٰی کے کلام میں غم و حزن، یاس و ہجر کا احساس مقابلتاً زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ ان احساسات کو کبھی بلبل کی آہ و زاری سے، کبھی باد پریشان اور کبھی خنجر و الماس مشابہ کرتے ہیں اور یوں اپنے غم عشق کا اظہار کرتے ہیں ؎

تلخم و تیرہ و افسردہ الہٰی در عشق
زہر بودم کہ بہ خاکستری آمیخت مرا

Scanned with CamScanner

صد خنجر الماس سا بہ ہر سینہ شکستن

بازیچۂ از جنبش سے مژگان تو باشد

آن مصیبت زدہ عقلم کہ بہ غم خانہ عشق سے

کلفت آموز ترا از رنجش ہمارے رادم

اس بات کی طرف اشارہ کرنا لازمی ہے کہ میر الٰہی سے کا تعلق اس زمانے سے ہے جب فارسی شعر و شاعری میں خیال آفرینی، نازک خیالی، تشبیہات واستعارات میں پیچیدگیاں پیدا کرنے کا رواج عام تھا، اور اس طرز کی شاعری کو فارسی ادب کی تاریخ میں "سبک ہندی" کا نام دیا گیا ہے میر الٰہی سے نے اپنے زمانے میں مروّج سبک میں ہی شعر و شاعری کے جوہر دکھائے ہیں اور طرز نگارش میں وہ صف اول کے شعراء میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

لہ ا۔ ریاض الشعراء

ب۔ مجمع النفائس بحوالہ تذکرۂ شعرائے کشمیر از حسام الدین راشدی
جلد اول چاپ پاکستان فروری ۱۹۶۸ء ص ۱۱۹، ۱۲۲ ابزرگان و سخن
سرایان ہمدان از محمد حسین رکن زادہ مطبوعہ تہران ۱۳۳۷ء جلد اول ص ۲۴۱
لیکن ریو کے مطابق میر الہیٰ نے "تذکرۃ الشعراء" میں اپنا نام عماد الدین
محمد الہیٰ حسینی سے لکھا ہے ملاحظہ ہو

Catalouge of pərsian Manuscripts in Britsh musuem by charles Riew Vol II page 687.

۲ ذکر الصالحین از غلام محی الدین قادری مطبوعہ چاپ لاہور ص ۲

۳ ایضاً ص ۲

۴ ایضاً ص ۷

۵ تذکرہ نصر آبادی از میرزا محمد طاہر نصر آبادی مطبوعہ تہران ص ۲۵۵

۶ مجمع النفائس بحوالہ تذکرۂ الشعرائے کشمیر جلد اول ص ۱۱۹

۷ شاہجہان نامہ از محمد صالح کنبوہ مطبوعہ ایشیائیک سوسائٹی بنگال ص ۴۰۶
اگر اس قول کو صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ بات ثبوت کو پہنچتی ہے کہ میر
الہیٰ اپنے والد کے بعد ہندوستان آئے۔ انکے والد ہندوستان سے
آنے کے بعد یہاں لوگوں کی روحانی تربیت مشغول ہوئے تھے ممکن

ہے کہ میر الٰہی کو ہندوستان آنے کی تحریک اپنے والد سے ملی

۸ے ذکر الصالحین ص ۴

۹ے ۱۰۳۶ھ ۱۶۶۶ء میں کشمیر کا گورنر اعتقاد خان تھا۔ جس نے اپنے ظلم واستداد سے کشمیر کے عوام کا قافیہ حیات تنگ آکر اس کی شکایت لیکر شاہجہاں کے پاس گئے۔ بادشاہ نے اعتقاد خان کو معزول کر کے ظفر خان احسن کو کشمیر کا گورنر مقرر کیا۔

۱۰ے واقعات کشمیر از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری مخطوطہ نمبر ۱۱۴۸ اقبال لائبریری کشمیر یونیورسٹی برگ ۱۱/ب

۱۱ے ایضاً